

احسان الہی ظہیر

قادیانیت

قادیانیوں نے ”ترجمان الحدیث“ کو یہ سونے کر یقیناً خوشی ہو گئی کہ مدین اعلیٰ ترجمان الحدیث کی مرزائیت پر معرکہ آداعلیٰ کتاب ”القادیانیت در اساتے و تحلیل“ کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے اور شیخ محمد اشرف ناشر انگریزی کتب اسے شائع کر رہے ہیں۔ مدین ترجمان الحدیث نے انگریزی ایڈیشن کے لیے جو مقدمہ تحریر کیا ہے قادیانیوں کے افادے کے لیے پیشے خدمت ہے۔

ادارہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله وصحبه

ومن تبعهم الى يوم الدين

مسلمانوں کی تاریخ میں انیسویں صدی کا نصف آخر اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اسلام دشمن طاقتوں نے دو ایسے فرقوں کو وجود بخشا جنہوں نے مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گراہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور انہوں نے اسلام کو اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے میں اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر دیا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ و کعبہ اور ان کی مشکوں اور آرزوؤں کے مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے منقطع کر کے انہیں ان کے اپنے دیسوں اور وطنوں میں محصور کر دیا۔ یہی حال ہے کہ مسلمانوں کو شہری ہیں تاکہ وہ مضبوط رابطہ

اور تعلق ختم ہو کر رہ جائے جو کروڑوں انسانوں کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک لڑی میں منسلک کیے ہوئے ہے اور جس کی بنا پر بخارا و سمرقند میں بسنے والے مسلمان وادی نیل کے کھدگوؤں کی ادنیٰ سی تکلیف پر ٹپ اٹھتے اور حجاز اور نجد کے صحرا نور و بادیر نشیں ہمالیہ کے وائسوں میں رہنے والوں اور کشمیر کی بلندیوں پر بسنے والوں کی مصیبت کو اپنی مصیبت تصور کرتے ہیں۔

وہ گروہ جو اس کارنامہ کو سرانجام دینے کے لیے وجود میں لائے گئے ان میں ایک تو بصریہ ہند میں انگریزی ایجنٹ کا دیانی انڈم تھا اور دوسرا روسی انگریزی ذلہ خوار بھائی انڈم۔ چنانچہ قادیانیت اسی غرض کے لیے وجود میں لائی گئی اور اسلام دشمن اور مسلم دشمن قوتوں کے زیر سایہ اس کی پرورش و پرداخت کی گئی اور امت محمدیہ کے تمام دشمنوں نے مالی و دیگر وسائل سے اس کی مدد و معاونت کی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انہیں بے انداز مال و دولت سے نوازا گیا۔ انگریز نے بصریہ پر اپنے دور حکومت میں ان تمام لوگوں کو اعلیٰ عہدے دیے جنہوں نے قادیانیت کو قبول کیا اور ان کے بچوں کو تعلیمی وظائف پیش کیے گئے اور انہیں ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائی گئیں، ہندوؤں نے ان کی حمایت میں قلم اٹھائے اور تقریریں کیں اور ہر طرح سے ان کا دفاع کیا، اسی طرح یہودیت نے انہیں اسلام کے مسلمہ اصولوں اور مسلمانوں کے بنیادی مقصدات کے خلاف دلائل و خواہ وہ کتنے بودے ہی کیوں نہ تھے، اور

۱۔ قادیانی افریقا اور یورپ میں اپنے آپ کو احمدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں تاکہ وہاں کے سادہ لوح سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کیا جاسکے حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کوئی تعلق نہیں کچن کا اسم گرامی احمد بھی ہے۔ یہاں کا متنبی تو اس کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے اور اسی لیے پاکستان اور ہندوستان میں یہ اسی نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔

۲۔ جس طرح اس کتاب میں آگے چل کر قادیانیت کو دلائل کے ساتھ انگریزی سامراج کا ایجنٹ ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح مؤلف نے اپنی دوسری کتاب ”الہابیت“ میں بہاریہ کو بھی انگریزی و روسی سامراج کا خود کاشتہ پودا ثابت کیا ہے اور اس کے ثبوت میں باقاعدہ شواہد و براہین پیش کیے ہیں۔

لڑیچہ سے مسلح کیا اور اب بھی بین الاقوامی مہینیت اسرائیل میں قادیانی سنٹر کے ذریعہ اور افریقہ میں ان کے مراکز کے ذریعہ ان کی بھرپور مدد و معاونت کر رہی ہے۔

بہر حال تمام دشمنانِ رسالت مآبؐ اپنے اپنی کوشش و کادش ان کی ترقی و ترویج میں صرف کی اور اس سے ان کا مقصد و مطلوب صرف اور صرف یہ تھا اور ہے کہ مسلمانوں کو اس محبِ ہدایت و قائدِ رسولؐ سے دور کر دیا جائے جن کا اسم گرامی آج بھی کفر پر پیکپی اور لڑہ طاری کر دیتا ہے اور جن کی ہمت اور جن کے دبدبہ سے آج بھی ایوانہ سائے کفر میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے جبکہ انہیں رفیقِ اعلیٰ کے پاس گئے ہوئے بھی پودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔

اور وہ زندہ تابندہ تعلیمات والا بنی مکرم کہ جس کی امت آج بھی اپنے دورِ انحطاط و زوال میں مجرموں اور اسلام دشمنوں کے حلق میں کانٹا بنی ہوئی ہے اور جن کی بیداری کا مجسود تصور ہی ملحدوں، مشرکوں اور لاندہ بھول کی آنکھوں کی نیند اڑا دینے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ وہ تب تک سکون و چین حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ محمد عربی علیہ السلام ایسے قائد، رہنما اور راہبر کی لازوال تعلیمات کو ختم نہیں کر دیا جاتا۔ وہ تعلیمات جو آج بھی مُردوں میں روح بھونکتی اور قوموں کے لیے صوبہ اسرائیل کا درجہ رکھتی ہیں اور اگر ان کا خاتمہ ممکن نہیں تو کم از کم انہیں تبدیل کیے بغیر اور ان کی معذرت کو نیست کیے سوا انہیں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قادیانیت ایسے گمراہ فرقوں اور مذاہب کی ہر طرح سے مساعدت و مساندت کی جائے۔ اسی بنا پر ایک ناسور ہندو ڈاکٹر شنکر داس، اپنے ہندو بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”جب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے فائدہ کس طرح قومیت کا جذبہ بیدار کیا جائے، کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کیے جاتے ہیں، کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاسیات کا جزو بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستانی

مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔
 اس تاریخی میں اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور
 مہاجن وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں
 کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان قادیانیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو
 اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محبِ ہند اور قوم پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں
 قادیانی تحریک کی رتی ہی عربی تنزیہ اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ آؤ ہم قادیانی تحریک
 پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اٹھتا ہے اور مسلمانوں
 کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خولنے قرآن میں جس نبی کے آنے کا ذکر کیا ہے
 وہ میں نبی ہوں۔ آؤ میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں
 قیامت کے دن نہیں بخشے گا اور تم دوزخی ہو جاؤ گے۔

میں مرزا صاحب کے اس اعلان کی صداقت یا باطلت پر بحث نہ کرتے ہوئے
 صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مرزائی مسلمان بننے سے پہلے مسلمانوں میں کیا تبدیلی پیدا
 ہوتی ہے۔

ایک مرزائی مسلمان کا عقیدہ ہے کہ :-

- ۱۔ خدا کے سسے پہ لوگوں کی رہبری کے لیے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اس
 وقت کا نبی ہوتا ہے۔
- ۲۔ خدا نے عرب کے لوگوں میں ان کی اخلاقی گراؤٹ کے زمانہ میں حضرت
 محمد کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳۔ حضرت محمد کے بعد خدا کو ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے مرزا صاحب
 کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی راہنمائی کریں۔

میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے ہندوستانی
 قوم پرستی کا کیا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو

جانے پر اس کی شرم اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان قادیانی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد میں اس کی عقیدت کم ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی۔ اب وہ خلافت قادیان میں آ جاتی ہے اور مکہ مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات منظرہ جاتے ہیں..... کوئی بھی قادیانی چاہے وہ عرب، ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی شکستہ کے لیے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے، قادیان کی سرزمین اس کے لیے پنیہ بھومی (سرزمین نجات) ہے اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے، ہر قادیانی کے دل میں ہندوستان کے لیے پریم ہوگا کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے، مرزا صاحب بھی ہندوستانی تھے اور اب جتنے خلیفہ اس فرقہ کی رہبری کر رہے ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں..... یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان قادیانی تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قادیانیت عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے خلافت تحریک میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں یہ بات عام مسلمانوں کے لیے جو بروقت پانی اسلام ازم اور پان عربی سنگٹھن کے خواب دیکھتے ہیں کتنی ہی نالیوں کی ہو مگر ایک قوم پرست کے لیے باعث مسرت ہے

لہٰذا ترکی خلافت کے سقوط کے وقت ہندوستانی مسلمانوں نے خلافت کے حق میں ایک زبردست تحریک چلائی تھی جس کا نام انہوں نے خلافت تحریک رکھا تھا، ہندو رائٹر کسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

”آس وقت قادیانیوں نے عام مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا“

علامہ مضمون ڈاکٹر شنکر داس بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ دلاہور مندرجہ اخبار بندے

ماہنامہ ”مورخہ“ ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء

اور پھر جب حکیم مشرقی شاعر رسالت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیت کے خلاف ایک بڑا مدلل اور مفصل مضمون لکھا جس میں ان کی امت اسلامیہ سے علیحدگی کو براہین کے ساتھ ثابت کیا تو سب سے پہلے جس نے جناب علامہ کی تردید میں قلم اٹھایا۔ وہ مشہور ہندو لیڈر پنڈت جواہر لعل نہرو تھے۔ جنہوں نے کئی مضامین قادیانیوں کی تائید و حمایت اور ان کی مدافعت میں لکھے حتیٰ کہ اس کے بعد جب ۲۹ مئی ۱۹۳۷ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو لاہور آئے تو قادیانی رضا کاروں نے باقاعدہ ان کا استقبال کیا اور انہیں سلامی دہی اور جب اس پر اعتراض ہوا تو قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”قریب کے زمانہ میں پنڈت جواہر لعل صاحب نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیے جانے کے لیے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے قادیانیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گزشتہ رویہ کے خلاف ہے تو ایسے شخص کا جب کہ وہ صوبہ میں ممان کی حیثیت سے آ رہا ہو قادیانیوں کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے۔“

اور پھر شاعر رسالت ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے جواہر لعل کی تردید کرتے ہوئے قادیانیت کے لیے ان کی تائید کا بھی جائزہ لیا اور لکھا:

”میں خیال کرتا ہوں کہ قادیانیت کے متعلق میں نے جو بیان دیا تھا۔ جس میں جدید اصول کے مطابق صرف ایک مذہبی حقیقہ کی وضاحت کی گئی تھی اس سے پنڈت جی (جواہر لعل نہرو) اور قادیانی دونوں پر لیشان ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر دونوں اپنے دل میں مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی وحدت کے امکانات کو بالخصوص ہندوستان میں پسند

نہیں کرتے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جن کے سیاسی تصورات نے ان کے درست احساس کو مردہ کر دیا ہے اس بات کو گواہی گئے کے لیے تیار نہیں کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے دل میں خود اعتمادی اور خود مختاری کا خیال پیدا ہو۔ ان کا خیال ہے اور میری رائے میں غلط خیال ہے کہ ہندوستانی قومیت تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے کہ ملک کی مختلف تہذیبوں کو قطعی طور پر مٹا دیا جائے جن کے باہمی تعامل سے ہندوستان میں ایک اعلیٰ اور پائیدار تہذیب ترقی پذیر ہو سکتی ہے جس قومیت کی ان طریقوں سے تعمیر کی جائے گی اس کا نتیجہ باہمی تلخی بلکہ تشدد کے سوا اور کیا ہو گا۔

اسی طرح یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیزاری سے گھبراتے ہوئے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی وقار کے بڑھ جانے سے ان کا یہ مقصد فوت ہو جائے گا کہ رسول عربیؐ کی امت سے قطع دبرید کر کے ہندوستانی بنی کے لیے ایک جدید امت تیار کریں۔

حیرت کی بات ہے کہ میری اس کوشش سے کہ مسلمانان ہند کو یہ جتنا دواں کہ ہندوستان کی تاریخ میں اس وقت جس نازک دور سے وہ گزر رہے ہیں اس میں ان کی اندرونی یک جہتی اور اتحاد کس قدر ضروری ہے اور نیز ان افراق پر دور اور انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا لازمی ہے جو اصلاحی تحریکوں کے روپ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ پنڈت جی (جواہر لعل نہرو) کو یہ موقع ملا کہ وہ اس قسم کی تحریکوں سے ہمدردی ظاہر فرمادیں۔

پس قادیانیت ایسی تحریک جب وجود میں آئی تو یہ بدیہی بات تھی کہ تمام مخالفت اسلام قوتیں اس کی تائید و حمایت کرتیں، چنانچہ انہوں نے بالفعل اس کی امداد کی بھی اور۔

۱۔ علامہ اقبال کے مضمون "اسلام اور احمدی ازم" سے ایک اقتباس — مضمون کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور شیخ محمد اشرف ناشر کتب کشمیری بازار سے دستیاب ہے۔

انگریزی سامراج نے تو اسے افراد تک مہیا کیے۔ تاکہ وہ اس کی تقدیر اور تحوین کر سکیں اور ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو انگریزی سامراج کے ملازم تھے یا وہ لوگ جنہیں ملک و ملت سے خیانت کے صلہ میں جاگیریں عطا ہوئی تھیں اور جن کا دین و مذہب ہی سامراج کی رضا جوئی اور ذلہ خواری ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود مرزا غلام احمد متنبی قادیان نے بھی کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتا ہے :-

”جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں۔ اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور اصحاب ہیں یا تاجر اور یا وکلاء اور یا تو تعلیم یافتہ انگریزی خاں اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اب ان کے مقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ معذموں سے اثر پذیر ہیں اور سجادہ نشینان غریب طبع۔“

غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی ناک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور موردِ مراعہ گورنمنٹ ہے اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے و محظوظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے اہم مقامات پر جھادیے ہیں۔“

رہی بات یہودی معاہدت و مساعادت کی تو خود مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا مہملوک احمد اپنی کتاب ”آرٹھ فارن مشنر کے صفحہ ۸۷ پر اس کا اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ :-

جیٹا کے مائونٹ کرمل میں واقع ان کے مرکز کو نہ صرف اسرائیلی حکومت

نے درخواست سمجھوڑ نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ پنجاب منجانب مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۵۸ مرتبہ قاسم علی قادیانی

ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچاتی ہے بلکہ اسرائیل کے سربراہ مملکت سے قادیانی مبلغوں کی ملاقاتیں بھی رہتی ہیں۔

ان ہی وجوہ کی بنا پر میں نے آج سے تقریباً آٹھ برس پیشتر جبکہ میں ابھی معمولی طالب علم تھا قادیانیت کا بغور مطالعہ شروع کیا اور اسی دور میں ان کی تقریباً تمام بنیادی کتابیں دیکھ ڈالیں اور اسی زمانہ طالب علمی میں پاکستان و ہند کے کئی اردو جرائد میں ان پر مقالات بھی لکھے اور پھر جب ۱۹۶۲ء میں مجھے اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں مختلف ممالک خصوصاً افریقی ملکوں کے طلبہ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں آنے والے دیگر زائرین اور حجاج سے یہ معلوم کر کے انتہائی تعجب ہوا کہ قادیانی بیرونی ملکوں میں جوہا اور افریقی ملکوں میں خصوصاً اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے لوگوں کی گمراہی کا سامان مہیا کرتے ہیں اور افریقی اور عرب ملکوں میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں جس سے ان کے عقائد و اعمال سے پوری آگاہی حاصل ہو سکے چنانچہ دوستوں کی خواہش، یونیورسٹی کے اساتذہ کی فرمائش اور وقت کی ضرورت کی بنا پر میں نے وہیں مدینہ منورہ میں ہی قادیانی ازم پر عربی میں مقالات لکھنے شروع کیے لیکن اس میں اس بات کو پیش نگاہ رکھا کہ کوئی بات بے سند اور بے دلیل نہ کہی جائے اور جس بات کو بھی ذکر کیا جائے اس کا پورا پورا حوالہ دیا جائے۔

یہ مقالات مختلف عربی پرچوں میں چھپتے رہے اور آخر میں مدینہ منورہ کے ایک پبلشر نے ۱۹۶۶ء میں انہیں جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ اللہ الحمد۔ اس کے بے شمار اچھے نتائج برآمد ہوئے اور افریقہ میں خصوصاً اس کتاب کی بے حد مانگ رہی۔

ان ہی ایام میں افریقہ سے کچھ احباب نے اس طرف توجہ دلائی کہ اگر اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تو اس کی افادیت بڑھ جائے کیونکہ افریقہ میں عربی کی نسبت انگریزی زیادہ سمجھی اور بولی جاتی ہے۔

اور پھر ۱۹۶۹ء میں پاکستان والیسی پر یہاں کے احباب نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا۔ چنانچہ آج یہ کتاب انگریزی میں قارئین کے پیش خدمت ہے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اپنی عدم الفرصتی کی بنا پر میں اس پر کوئی اور اضافہ نہیں کر سکا اگرچہ

اس کی ضرورت تھی لیکن مجھے امید ہے کہ قادیانیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ کچھ بھی کم مفید نہیں ہوگا اور میری معلومات کی حد تک ہنوز انگریزی زبان میں اس سے زیادہ مفصل اور مدلل کتاب ابھی تک مارکیٹ میں نہیں آئی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم اس امر کی بھی کوشش کریں گے کہ قادیانیت پر بقیہ مباحث ایک الگ اور مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر دیے جائیں جس کی نیورکھی جاچکی ہے اور اردو میں جس کا بیشتر میرے اردو مقالات کی صورت میں ترجمان الحدیث وغیرہ میں چھپ چکا ہے۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ اسے گم کردہ لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے اور عام لوگ اس کے ذریعہ مرزائیت کی حقیقت سے باخبر ہو سکیں۔ واللہ التوفیق

اعتذار

کاغذ کی بے حد گرانی اور کم یابی کی وجہ سے ہم پچھلا شمارہ بھی پورے صفحات پر پیش نہ کر سکے اور گورنمنٹ کی پالیسی کی بنا پر اس دفعہ بھی ۶۴ صفحات پر پیش نہیں کر سکتے کہیں ۸۸ صفحات ہی کی اجازت ملی ہے۔

اسی وجہ سے پچھلے شمارہ میں کئی ایک قابل قدر مضامین شریک اشاعت ہونے سے رہ گئے۔ خصوصاً مولانا محمد عبدہ، مولانا ساجد میر اور مولانا غلام احمد حریری، مولانا عبد الواحد، مولانا رشاد الحق اور ڈاکٹر ذوالفقار ملک، مولانا عبد الرحمن خلیق اور جناب راسخ عرفانی اور دیگر مقتدر اہل قلم و اہل علم کے مقالات و منظومات نہ چھپ سکے۔

اسی بنا پر مرزائیت کے بارہ میں مدیر اعلیٰ کے قلم سے معرکہ آرا مضمون بھی شائع نہیں کیا جا رہا کہ اوراق کی تنگ دامانی ہمارے طرف کی وسعت کے راہ میں حائل ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں حکومت کی طرف سے مکمل پرچہ شائع کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے گی۔